رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ — سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا۔ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

جلد ۴۲ — مورخہ ۱۴/۷ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۴ رمضان و ۲ شوال ۱۳۵۸ھ — نمبر ۲۵ و ۲۶

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

رسید مژدہ بادکہ ایام نوبہار آمد

ایک ماہ گذرنے کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وہ دن آرہا ہے۔ جسے ہم سالانہ جلسہ کے نام سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ سالانہ جلسہ کیا ہے۔ وہ وہ دن ہیں جو اس زمانہ کے راستباز اور پیغمبر نے ہمارے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ کہ ان دنوں میں ہم اکٹھے ہوں۔ اور مئے وحدت سے سرشار ہوں۔ خدا کی باتیں سنیں۔ اور ہمارے ایمان زندگی اور جلا پائیں۔ ہم آیات اللہ کو دیکھیں۔ اور ان سے اپنے قلوب میں ایک جدید تازگی کو حاصل کریں۔

پس

وہ دن آرہے ہیں۔ کہ آسمانی شراب تقسیم کی جائیگی۔ اور دنیا کے کونوں کونوں سے خدا کی محبت کے پروانے اور ابراہیمی طیور اڑتے ہوئے قادیان میں پہنچ جائیں گے۔ اس لئے ہر وہ انسان جسے وحدت کی تلاش ہے سن لے کہ آسمان زمین سے پھر قریب ہونے کو آیا۔ روحانیت کی فضاء میں بادِ نسیم چلنے والی ہے۔ ان گلیوں میں جن میں خدا کا محبوب اور جری اللہ فی حلل الانبیاء چلتا پھرتا تھا۔ اور وہ زمین جس میں خدا کے ملائکہ ہر روز اترا کرتے تھے۔ اور اب بھی اترتے ہیں۔ اپنی برکتوں کے ساتھ اپنے جس الدار میں اپنی زندگی کے ایام گذارا کرتا تھا۔ وہ الدار آج بھی اپنی برکتوں کو لئے ہوئے کھڑا ہے۔

اسی جگہ

وہ مسجد مبارک ہے۔ جس کے لئے خدا نے فرمایا تھا۔ مبارکٌ و مبارکٌ وکل امرٍ مبارکٍ یجعل فیہ۔ تذکرہ۔

اسی جگہ

وہ مسجد اقصٰے ہے۔ جس کے لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ قرآن کریم پ۱۵ تذکرہ ص۸۲

اسی جگہ

وہ منارۃ المسیح ہے۔ جس کے لئے خدا نے فرمایا تھا۔ کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔

اسی جگہ

وہ مقام ہے جسے خدا نے فرمایا تھا۔ بیت الفکر و بیت الذکر ومن دخلہ کان اٰمناً۔ تذکرہ ص۸۱

اسی جگہ

وہ مسجد ہے۔ جس کے لئے خدا نے فرمایا تھا۔ فیہ برکاتٌ للناسِ (تذکرہ ص۱۱۲)

یہاں

خدا کے موعود کی وہ پاک اولاد ہے جو بشارتوں اور الہامات الٰہیہ کی مورد ہے۔ ان میں وہ بھی ہے۔ جو

"فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والاٰخر مظہر الحق والعلا کانّ اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کا ظہور ہوا۔ وہ نور ہے نور وہ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ وہ جس میں اس نے اپنی روح ڈالی۔ وہ جس پر خدا کا سایہ ہوا۔ وہ جلد جلد بڑھا۔ اور وہ اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوا۔ اور جس نے خدا کی وحی کے مطابق زمین کے کناروں تک شہرت پائی۔ اور جس سے قوموں نے برکت پائی۔

ہاں وہی بالکل وہی

وہ اس وقت قادیان میں اپنے روحانی فیوض و برکات سے معمور ہو کر ہم میں موجود ہے۔

پھر وہ بھی ہے۔

جسے خدا نے قمر الانبیاء کہا۔ اور وہ بھی ہے جسے کلام الٰہی میں بادشاہ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ یہاں وہ خواتین بھی موجود ہیں۔ جن کو وحی ربانی نے خواتین مبارکہ قرار دیا۔ یہاں وہ نسل مسیح بھی موجود ہے۔ جس کے بڑھنے اور بڑھانے کے وعدے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مسیح سے فرمائے تھے۔

الغرض میں کیا گنوں اور کیا گنواؤں

یہاں وہ مادر مہربان بھی ہے۔ جو ام المومنین کہلائی

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع کیا۔)

اور خدا نے جس کا نام عرش پر سے خدیجہ رکھا۔ اور فرمایا۔

اشکر نعمتی رئیت خدیجتی

پھر یہ وہی خدیجہ تھی۔ جس کی شادی کے سامان اللہ تعالےٰ نے خود فرمائے۔ اور فرمایا ؎

ہرچہ باید نوعروسی را ہماں سلماں کنم
وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

یہ وہ خدیجہ تھی ۔جس کی نسبت فرمایا۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ اور پھر فرمایا۔ انی معاک ومع اھلک ھذہ۔ پس وہ جسے خدا نے اس زمانہ کے لئے خدیجہ بنا دیا۔ اور جس کے بطن سے وہ پاک اولاد پیدا ہوئی۔ جس سے ایک جدید پاکیزہ نسل کا آغاز ہوا۔ وہ جو خدا کے مسیح کے ساتھ برکات الٰہیہ میں شریک رہی۔ وہ پاک ام المومنین آج بھی ارض قادیان میں موجود ہے۔ پس یہ اور ایسی ہزارہا مبارک اور مقدس آیات اللہ قادیان میں نظر آتے ہیں۔

"مبارک ہیں وہ

جو ان برکات سے حصہ لینے کے لئے ان ایام میں قادیان آتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو ان پاک لوگوں کی صحبت و زیارت سے اپنے چشم و دل کو معطر و منور کرتے ہیں مبارک ہیں وہ جو نسیم رحمت کے جھونکوں سے مسرور ہوتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو بادہ عرفان سے مخمور ہوتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس گھڑی کو پا لیا۔ اور مائدہ آسمانی سے بہرہ ور ہو گئے۔

پس وہ دن آ رہے ہیں

ئے عرفان کے متوالو۔ احمدیت کے شیدائیو اور اور فدا کارو۔

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد

(محمود احمد عرفانی)

بقیہ مضمون صٓ

وہاں سے یکہ مل گیا تو بہتر ورنہ کوشش کروں گا۔ کہ راتوں رات امرتسر پہنچکر وہاں سے صبح کی نماز کے قریب لاہور اور گجرانوالہ کو جانے والی گاڑی میں بیٹھکر گجرانوالہ آٹھ بجے پہنچ جاؤنگا اور اس طرح ان کو لے کر گورداسپور حاضر ہو جاؤں گا۔

میرا یہ بیان سنکر حضور بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا:۔

"رات کا وقت ہے۔ اکیلے جانا مناسب نہیں۔

میاں فتح محمد

آپ میاں عبدالرحمٰن کے ساتھ چلے جائیں۔ امرتسر سے آپ لوٹ آئیں۔ میاں عبدالرحمٰن آگے اکیلے چلے جائیں گے۔ ذرا ٹھیرو۔ میں ابھی آتا ہوں"

حضور مجلس میں سے اٹھکر نیچے تشریف لے گئے۔ اور جلد ہی واپس تشریف لاکر مٹھی بھر روپے میرے ہاتھ میں دیئے۔ اور فرمایا:۔

"جاؤ اللہ حافظ ہم گورداسپور میں کل آپ کی انتظار کریں گے"

ہم نے دست مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھ کر رخصت ہوئے۔

چوہدری فتح محمد صاحب جو آج کل نظارت علیا پر فائز ہیں۔ اس زمانہ میں طالب علم تھے۔ مضبوط اور چست و چاق۔ مخلص، جوشیلے اور ایک فدا کار نوجوان تھے۔ ہم دونو فوراً پہلے قادیان کے ایک یکہ بان کے ہاں گئے۔ اور کوشش کی۔ کہ وہ ہمیں زیادہ نہیں تو بٹالہ ہی پہنچا دے۔ مگر اس کی لیت و لعل کو ہم برداشت نہ کر سکے۔ کیونکہ ہمارا ایک ایک منٹ قیمتی تھا۔ رات اندھیری تھی۔ ہم دونو پیدل بھاگتے دوڑتے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں بٹالہ پہنچے۔ یکہ بانوں کیساتھ بات چیت کی۔ اور اللہ تعالےٰ کا فضل ہوا۔ کہ ایک یکہ بان جو امرتسر ہی کا تھا۔ اتفاقاً مل گیا۔ اس کے ساتھ کرایہ طے کرکے اس کو تیاری کے لئے کہا اور خود عشا کی نماز میں مصروف ہو گئے۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے۔ اور وہ اتنے میں تیار ہو گیا۔ سوار ہو کر

سبحان الذی سخر لنا ھٰذا
وما کنا لہ مقرنین۔

پڑھتے ہوئے امرتسر کو روانہ ہوئے۔ رات اندھیری تھی۔ اور یہ علاقہ خطرناک۔ عموماً چوری ڈاکہ کی وارداتیں ہوا کرتیں۔ یکہ بان آگے اور ہم دونو پیچھے جوڑ کر دائیں بائیں ہشیار و چوکس چلتے گئے۔ راستہ میں دو جگہ خطرہ معلوم ہوا۔ دائیں بائیں سے ظلماتی آدمی اٹھے۔ اور بڑھے۔ مگر ہم تینوں خدا کے فضل سے چوکس تھے۔ گھوڑا گھوڑی خاصی تیز تھی ہم تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ اور ہم بخیریت وقت پر امرتسر کے سٹیشن پہنچ گئے۔ خدا کا شکر کیا۔ میں ٹکٹ لے کر اندر چلا گیا اور چوہدری صاحب محترم یکہ بان کے ساتھ شہر کو۔ تھوڑی دیر میں گاڑی آئی۔ اور میں بیٹھکر وہی قرآنی دعا پڑھتا ہوا لاہور اور لاہور سے گجرانوالہ پہنچا۔

گاڑی سے اتر دوڑتا ہوا شہر میں گیا۔ منشی صاحب کا پتہ جس مکان کا تھا وہاں گیا۔ مگر جواب ملا۔ کہ وہ تو صبح ہی چلے گئے ہیں۔ کہاں گئے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں ایک دوسرے مکان کا پتہ دیا گیا۔ مارا مارا وہاں پہنچا۔ مگر افسوس منشی صاحب وہاں بھی نہ ملے۔ لوٹ کر پہلے مکان پر آیا۔ ماجرا بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ تو پھر وہ

لمبانوالی چلے گئے

ہوں گے۔ وہ کدھر ہے؟ کیونکر پہنچوں؟ گھروالوں نے جواب دیا۔ کہ وزیرآباد یا گکھڑ کو جانے والے کسی یکہ میں بیٹھکر راہوالی کے برابر اتر جانا۔ وہاں سے سیدھا راستہ لمبانوالی کو جاتا ہے۔ یہ مقام گجرانوالہ سے براستہ سڑک چار میل ہوگا۔ میں نے اُن کی بات سنی کچھ نہ سنی۔ اور یکوں کے اڈہ کو دوڑا۔ جہاں ایک یکہ سواریاں لے کر روانہ ہو نکلا تھا۔ میں نے دوڑ کر اس سے کہا۔ کہ فلاں جگہ تک مجھے بھی لے چلو۔ اس نے انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ سواریاں پوری ہیں۔ اور جگہ نہیں۔ میں نے چونکہ ضروری جانا تھا۔ کچھ خوشامد کی اور کہا کہ گکھڑ کا کرایہ لے لو۔ اور لے چلو۔ میں پٹڑی پر پیر ٹکا کر ہی گذر کر لوں گا۔ پیسوں کے لالچ نے اس کو مجھ پر مہربان کر دیا۔ اور اس طرح میں اس یکہ میں بیٹھ راہوالی تک پہنچا۔ یکہ سے اترا۔ پیسے اس کے حوالے کر دیئے میری ایک کھونڈی (بانس کی لکڑی جس کا ایک سر گول مڑا ہوا تھا۔) یکہ بان کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے وہ گھوڑے کو مار مار کر ہانکتا آیا تھا۔ بوجھ زیادہ اور گھوڑا کمزور تھا۔ نیز میری خاطر وہ کچھ جلدی پہنچانے کی بھی کوشش کرتا آ رہا تھا۔

پہلے دیکر میں نے اپنی لکڑی مانگی۔ تو وہ اڑ گیا۔ لکڑی اسے پسند آ گئی تھی۔ اور نیت اس کی بدل چکی تھی۔ میری جلدی اور ضرورت کو اس نے بھانپ لیا تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ یہ شخص ایک منٹ بھی اپنا ضائع نہ کرے گا۔ میں لکڑی مانگوں وہ انکار کرے وہ وقت ایسا تھا۔ کہ ایک منٹ کی تاخیر بھی لاکھ کروڑ لکڑی کی قیمت سے کہیں زیادہ تھی۔ میری غرض اور مقصد ہی فوت ہوتا تھا۔ آخر میں نے اس کشمکش میں پڑ کر اس سعادت سے محروم رہنا پسند نہ کیا۔ اور وہ پیاری لکڑی جو عموماً سفری تنہائی میں میری رفیق اور ضرورت میں بہترین حربہ و ہتھیار تھا۔ قربان کرکے لمبانوالی کو دوڑنے لگا۔

اللہ تعالےٰ نے بھی مدد فرمائی۔ زمین لپٹتی گئی یا سورج ہی تھما رہا۔ میں گاؤں میں پہنچا۔ منشی صاحب کا مکان دریافت کرکے آواز دی منشی صاحب میری آواز پہچان کر ننگے سر اور ننگے پاؤں دروازہ پر آئے۔ میں نے جلدی میں مقصد و غرض بتائی۔ اور فوراً آجانے کو کہا۔ صد ہزار شاباش اور دین و دنیا میں

بھلا ہو اس خوش نصیب

انسان کا۔ شائد ایک منٹ بھی نہ لیا ہوگا۔ کہ پگڑی جوتی اور ایک کپڑا لے کر نکل آئے۔ اور میرے ساتھ واپس گجرانوالہ سٹیشن کو دوڑنے لگے۔ دونو دوڑے اور خوب دوڑے۔ واپسی پر منشی صاحب ایک پگڈنڈی کے راستہ سیدھے سٹیشن گجرانوالہ کو لائے۔ اور اللہ کا احسان ہوا۔ کہ

ادھر ہم پہنچے ادھر گاڑی

آگئی۔ جلدی سے ٹکٹ لئے اور خدا کے نام پر سوار ہو کر شکرانے بجا لاتے ہوئے گورداسپور کو روانہ ہو گئے۔ جہاں خدا کا اولوالعزم نبی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری انتظار میں تھا۔

الحمد للہ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

کہ یہ مہم محض خدا کے فضل سے سر ہوئی۔ سیدنا حضرت اقدس کے حضور سرخروئی نصیب ہوئی۔ حضور خوش ہوئے۔ اور تبسم فرماتے ہوئے

جزاک اللہ جزاک اللہ

فرماتے اور دعائیں دیتے رہے۔

اس کے علاوہ اسی مقدمہ کے دوران میں ایک رات بعد نماز عشاء گیارہ بجے رات کو حکم ہوا تھا کہ شیخ فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک کی ضرورت ہے۔ برسات کے ایام اور اندھیری راتیں ڈھاب، تالاب پانی سے اٹے پڑے تھے۔ رستے غائب سڑکیں گم تھیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے اس موقع پر بھی خارق عادت رنگ میں مدد فرمائی۔ اور شیخ صاحب کو لے کر وقت پر پہنچ گئے تھے۔ تعمیل ارشاد میں انہوں نے بھی جس محبت و ایثار کا نمونہ دکھایا قابل رشک صد آفرین اور لائق داد ہے۔ خدا عزیق رحمت فرمائیں آمین۔

ایک مرتبہ سردار فضل حق صاحب کی ضرورت پیش آئی تھی اسی مقدمہ کی ذیل میں۔ قادیان سے دھر بکوٹ گیا۔ وہ نہ ملے۔ بٹالہ واپس آیا۔ نہ ملے۔ امرتسر گیا وہاں بھی نہ ملے۔ آخر تر تلاش جا کر کچہری کی ایک کوٹھڑی میں سے ہاتھ آئے۔ اسی طرح کے بعض اور بھی سفر ہیں۔ جو انشاء اللہ کبھی پھر سہی۔

میں جہاں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے کام کس طرح غیر معمولی رنگ اور خارق عادت طریق پر سرانجام پہنچانے کے سامان پیدا کر دیا کرتا ہے۔ سورج ان کے لئے تھم جاتا اور اور زمین لپٹ جایا کرتی ہے۔ وہاں یہ بھی بتانا مقصود ہے۔ کہ حضور پُر نور کو غلام بھی خدا نے کیسے اطاعت گذار اور فدائی عطا فرمائے ہوئے تھے۔ جو راتوں کو بھی دن سمجھتے اور ہر لحہ تیار بر تیار رہا کرتے تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ ایسے موقعوں پر جبکہ اللہ تعالےٰ کی غیر معمولی تائید اور خارق عادت نصرت کے سامان ہو جایا کرتے۔ تو حضور اکثر بطور شکر گذاری یہ فرمایا کرتے تھے۔

"خدا کا کتنا فضل ہے کہ ہمیں
ہر قسم کے آدمی عطا فرما
رکھے ہیں"

اور حضور سب سے بڑھکر عبدِ شکور تھے۔

میں ہمیشہ اس واقعہ کو یاد کرکے خود بھی حیران ہوا کرتا ہوں۔ اور جاننے سننے والے بھی تعجب ہی کیا کرتے کہ یہ ناممکن کام کیونکر ممکن ہو جایا کرتے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے:۔

"رعایت اسباب لازمی ہے۔ مگر
ان پر انحصار رکھنا شرک۔ اور
ان کو ترک کر دینا ناشکری"

اور آپ جو کچھ فرماتے اس کے مطابق عمل کرکے بھی دکھا دیا کرتے تھے۔ اللھم صلی علیہ وعلٰے مطاعہ دائماً۔ آمین۔

دو ترک دوستوں کی قادیان میں آمد

لفٹیننٹ سیف الدین بے جنہوں نے سنہ ۱۹۳۱ء میں فرانس سے ہوا بازی کی ڈگری لی تھی۔ پہلے ان کا خیال تھا۔ کہ اپنا جہاز خرید کر میط اٹیلانٹک کو عبور کریں۔ اور اس انعام کو جو بعد میں لنڈ برگ امریکن ہوا باز نے حاصل کیا حاصل کریں۔ مگر مالی مشکلات کی وجہ سے ذاتی ہوائی جہاز نہ خرید سکے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ میں صرف چار ہزار پونڈ تھا۔ اور اس کے لئے سات ہزار پونڈ کی ضرورت تھی۔ اس لئے ترکی فوج میں جہاں ان کے خاندانی حقوق تھے ہوا باز مقرر ہو گئے۔ اپنے ایک دوست ڈاکٹر محمد سلیم بک کے ساتھ جو جنگ عظیم میں ترکی افواج میں ڈاکٹر تھے ہندوستان کی سیاحت کے لئے آئے۔ چونکہ میرے ساتھ سیف الدین بک کے مصر سے تعلقات تھے۔ ان کی بنا پر مجھے ملنے قادیان آئے۔ اور یہاں سلسلہ کے نظام کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

وعلےٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابہ کی جان نثاریاں و فداکاریاں

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی قلم سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی وروحی وجانی کے اخلاق کی بابت سیدۃ النساء حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ یہ تھا۔ کہ

"کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنُ"

اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس سے بہتر جواب ممکن نہ تھا۔ یہی وہ جواب تھا۔ جس میں سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و اخلاق کا صحیح حقیقی اور کامل و اکمل ترین نقشہ پیش کر دیا گیا تھا۔ یعنی یہ کہ حضور اللہ کریم کے تمام احکام کے عامل۔ تمام حسنات کے حامل اور تمام نواہی سے مجتنب تھے۔ خداوند کریم نے جس کام کے کرنے کو فرمایا۔ وہ آپ باحسن طریق کیا کرتے ۔ اور جن امور سے روکا ہے۔ اُن سے دُور رہتے۔

انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے بڑھ کر نہ کوئی خدا کی صفات کا واقف نہ اس کے اسماء کو سمجھنے والا۔ کیونکہ خدا خود اُن کو علم و عرفان دے کر اپنی معرفت کا جام پلاتا اور نور علم سے اُن کے دلوں کو منور کرتا ہے۔ جس سے وہ خدا کی رضا و خوشنودی اور ناراضگی و عدم رضا کو پہچانتے ہیں۔ اور یہی نور معرفت اور نور علم ہوتا ہے۔ جو

نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم

میں بیان ہوا۔

یہ دنیا کل کائنات اور سارا جہان خداوند عالم کے قول کی تفصیل و تشریح ہے۔ مگر اس تفصیل و تشریح کا پڑھنا اور جاننا خدا کے نبیوں کے بغیر جن کا معلم خود خدا ہوتا ہے۔ کسی کے اختیار و مقدرت میں نہیں۔ دنیا کے لوگوں کو بتلانے اور سکھانے کے لئے اللہ کریم اپنے ان انبیاء و رسل کو مامور فرماتا ہے۔ جو خدا کے بتانے سے جانتے اور اسی کے سکھلائے سیکھتے اور پھر پکار اُٹھتے ہیں۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلا

وہ خدا کی صفت کی مجسم تفسیر اور عالم صغیر ہو کر آتے اور اپنے نمونہ و عمل سے درس توحید، درس معرفت اور درس حقیقت و طریقت دیا کرتے ہیں۔

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

سیدنا نبی اُمی محمد المصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی میں اتنے ہی آگے تھے۔ جتنے آپؐ اس کی محبت و معرفت میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔ دن کو عبادت میں محو اور رات شب بیداری اور عبادت و جہد میں منہمک رہتے۔ اور اکثر آپ کے قدم مبارک قیام اللیل کی وجہ سے متورم ہو جاتے۔ گریہ و بکا اور تضرع و الحاح اتنا ہوتا۔ کہ دیکھنے سننے والے اس کی تاب بھی نہ لا سکتے۔ سیدۃ النساء حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جیسی واقف اسرار اور رموز دین بھی بیقرار ہو کر بول اٹھتیں۔

یارسول اللہ

کیا اللہ کریم نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش نہیں دیئے؟ جواب اثبات میں پا کر عرض کرتیں۔ تو پھر آپ کیوں اتنا اضطراب اور تضرع ابتہال فرماتے ہیں؟ فرمایا کرتے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

افلا اکون عبداً شکوراً

اے عائشہؓ یہ سب کچھ اس فضل و رحم کی شکر گذاری کے لئے کرتا ہوں۔

جنگ بدر کے وقوع سے قبل اللہ کریم نے جنگ کے تفصیلی نقشہ کے علاوہ نصرت و فتح اور فلاح و ظفر کے وعدے بھی فرما دیئے تھے۔ اور خدا کے انبیاء سے بڑھکر خدا کے وعدوں پر اور کس کو اعتماد و یقین ہو سکتا ہے۔ مگر جنگ جاری ہے۔ آپؐ ایک خیمہ میں بیٹھے۔

اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ

فلن تعبد فی الارض ابداً۔ کہ

کہکر نہایت ہی عجز و نیاز سے دعائیں کر رہے تھے۔ اضطرار کا یہ حال تھا۔ کہ چادر مبارک بھی کندھوں سے اتر اتر جاتی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ حالت دیکھکر عرض کیا۔

یارسول اللہ

کیا خدا نے آپ سے فتح و ظفر کا وعدہ نہیں فرما رکھا۔ حضور نے فرمایا۔

"ابوبکرؓ خدا کا وعدہ تو ہے۔ مگر میں اس کی بے نیازی سے ڈرتا ہوں"

الغرض یہ لوگ جہاں عارف تر ہوتے وہاں ترساں تر بھی۔ متوکل ان سے بڑھکر کوئی نہیں۔ کیونکہ ان کو بتوکل علے اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ مگر یہ برگزیدگان الٰہی ع

بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ توکل کے وہ معنے جو نیم مُلّا یا خشک زاہد اور لنگوٹ بند۔ پکڑ لیتے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک غلط محض اور ناشکری کے مترادف ہیں۔ یہ بزرگ اللہ تعالےٰ کے پیدا کردہ اسباب کو باطل اور لغو نہیں جانتے۔ اُن سے کام لیتے ، رخوب لیتے ہیں۔ جو اسباب و ذرائع کسی غرض کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ نے بنائے اور مقرر فرمائے ہیں۔ اُن کو پوری طرح جمع کرتے اور اس طرح کرتے ہیں کہ ظاہر بین ان کو اسباب پرست سمجھنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ :-

بھروسہ ان کا اسباب کی بجائے خدا پر

ہوتا ہے۔ وہ تو عبد شکور بننے کی نیت و غرض سے یا پھر اپنے خدا کے غناء ذاتی سے خوف کھانے کے باعث اسباب کو جمع کرتے ہیں۔ تا جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ کر چکنے اور جو کچھ ان کے پاس تھا دے چکنے کے بعد وہ اپنے خالق و مالک کے آگے دست دعا پھیلا کر مدد حاصل کر سکیں۔

یہی طریق ہمارے سید مولیٰ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا تھا اور اسی منہاج پر حضور ہمیشہ کاربند تھے۔ بیماری میں علاج معالجہ اور دوائی درمن کی فراہمی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے۔ ڈاکٹر و طبیب اور وید و حکیم سے مشورہ فرماتے۔ پوری کوشش اور سعی بلیغ فرماتے۔ مقدمات میں وکیل۔ مختار اور منشی متصدی یا دوسرے قانون دانوں سے مشورہ فرماتے۔ اور نہایت ہوشیار جرنیل کی طرح ہر قسم کے ضروری اسباب مہیا فرمانے کی کوشش فرمایا کرتے۔ مگر

سچ یہ ہے۔ بھروسہ آپ کا

کسی سفلی سامان پر تھا نہ دوائی درمن پر۔ کسی وکیل منشی پر ہوتا نہ کسی حاذق حکیم پر۔ آپ جہاں مواحد کامل تھے وہاں متوکل کامل بھی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام عنا وعن الخلق اجمعین۔ آمین :-

مقدمہ کرم دین کے نام سے ایک مقدمہ جماعت میں معلوم و مشہور ہے۔ اس مقدمہ کے دوران میں منشی کرم علی صاحب کاتب کی شہادت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۰۳ء کا ذکر ہے۔ کہ حسب معمول نماز مغرب کے بعد حضور اپنی کشتی نما مسجد۔ مسجد مبارک کی بالائی چھت پر رونق افروز تھے دربار اپنی پوری شان اور تاب پر تھا۔ کبار صحابہ اور خدام و غلام ہر طبقہ و رتبہ کے جمع تھے۔ اگلے روز مقدمہ مذکور کی تاریخ پیشی تھی۔ ضروریات اور انتظام سفر کے متعلق صلاح و مشورے جاری تھے کہ اچانک حضور کو کوئی خیال پیدا ہوا۔

منشی کرم علی صاحب

کو یاد فرمایا۔ احباب نے عرض کی۔ حضور وہ تو گجرانوالہ گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا

"ہمیں تو ان کی ضرورت ہے۔ کل کی پیشی میں ان کی شہادت کرانے کا خیال ہے"

حاضرین نے عرض کیا۔ حضور عشاء کا وقت ہو گیا ہے۔ گاڑی کوئی جاتی نہیں۔ وہ کل نہیں پہنچ سکتے۔ اگلی تاریخ پر اُن کی شہادت ہو جائیگی۔ حضور پُرنور نے پھر فرمایا۔

"کوئی صورت ان کے آنیکی

ممکن ہو۔ تو بہتر ہے وہ کل ہی پہنچ جائیں۔ شاید حاکم پھر موقعہ نہ دے کیونکہ مخالفت پر تُلا ہُوا ہے"

مگر دوستوں نے پھر وہی عرض کیا۔ جو پہلے کہہ چکے تھے۔ باوجود اس کے حضور نے پھر پہلے فرمان کو دہرایا۔ اور ضرورت کی شدت بیان فرمائی۔

میں ابھی بچوں ہی میں شمار ہوا کرتا تھا۔ حضور کا فرمان بار بار میرے کان میں بھی پڑا۔ اور دل کے اندر بیٹھتا گیا۔ بزرگوں اور دوستوں کا جواب بھی سنا اور میں اس پر غور میں مصروف تھا۔ آخر تیسری مرتبہ جب حضرت نے شدت ضرورت کا اظہار فرمایا۔ تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ایک بات ڈال کر مجھے انشراح بخش دیا تھا۔ میں نے جرأت کی اور کھڑا ہو کر عرض کیا۔ حضور!

منشی کرم علی صاحب پہنچ سکتے

ہیں۔ مگر بعد دوپہر پہنچیں گے۔ میرا کھڑا ہو کر حضور کا لفظ زبان پر لانا تھا۔ کہ حضرت جو شاید پہلے ہی مجھی کو دیکھ رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو گئے اور ساری مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا۔ فرمایا۔ ہاں میاں عبدالرحمٰن بیان کرو۔ کہ وہ کیسے آ سکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ حضور میں ابھی بٹالہ چلا جاؤنگا۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ کالم ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی

مرسلہ
جناب مولوی عبدالواحد صاحب ایڈیٹر اخبار اصلاح سرینگر

ہم مولوی عبدالواحد صاحب ایڈیٹر اصلاح سری نگر کا ممنون ہوں۔ کہ آپ نے ایک پرانے صحابی کے حالات زندگی لکھ کر ارسال فرمائے

ایڈیٹر

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولین صحابہ اور جماعت کے بزرگوں میں سے ہیں۔ اس وقت وہ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ اسوقت تک کسی دوست نے ان کی سوانح حیات جمع کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ خلیفہ صاحب کا حافظہ بھی اس وقت بہت کمزور ہو گیا ہے۔ یوں بھی اب وہ اونچا سنتے ہیں۔ بڑی مشکل سے یہ حالات متواتر ان کے پاس کئی بار بیٹھکر سنے اور لکھے۔ ان حالات کے جمع کرانے میں محترمی خلیفہ عبدالرحیم صاحب۔ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب اور عزیزم خلیفہ عبدالمنان صاحب بی۔ اے نے امداد دی ہے۔ فجزاہم اللّٰہ احسن الجزاء۔ یہ حالات لکھنے کے بعد احتیاطاً خلیفہ عبدالرحیم صاحب کو سنا دیئے گئے ہیں۔ اپنی طرف سے ہم نے کافی احتیاط کی ہے۔ لیکن چونکہ خلیفہ صاحب کا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر کسی واقعہ کے بیان میں کسی قدر کمی وبیشی ہو گئی ہو۔ تو جس دوست کی یادداشت میں صحیح واقعہ موجود ہو۔ تو وہ اس کی تصحیح کر دیں ✣

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے اولین خادموں اور پرانے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے جو حالات اپنی زبان سے بیان فرمائے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

اصل وطن

"ہمارا اصل وطن جلال پور جٹاں (پنجاب) ہے۔ لیکن مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانی کے ابتدائی وقت میں یعنی بہت کافی عرصہ سے ہم ریاست جموں وکشمیر میں مقیم ہو گئے ہیں۔

ولدیت

میرے والد صاحب کا نام معظم الدین تھا۔ جو جلال پور (ضلع گجرات) میں امام مسجد تھے۔ لوگوں کو ان کا نام بلانا مشکل ہوتا تھا۔ اسلئے جب وہ اہلحدیث ہو گئے۔ تو انہوں نے اپنا نام تبدیل کر کے محمد عبداللہ رکھ لیا۔

کوئیں میں گرنا

ایک دفعہ بچپن میں میں نے خواب دیکھا۔ کہ میں کوئیں میں گر گیا ہوں۔ اور میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ یہ خواب اس طرح سے پوری ہوئی۔ کہ ہمارے گاؤں میں ایک کنواں تھا۔ جس کا پانی خراب اور کھاری ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے اس سے پانی بھرنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر اس کوئیں کو صاف کیا۔ تو سب لوگ اس کوئیں سے پانی بھرنے لگے۔ میں بھی گیا۔ پانی نکال رہا تھا۔ معلوم نہیں کہ کس طرح میں کوئیں میں گر گیا۔ گرتے وقت میں محسوس کر رہا تھا۔ کہ گویا میں خواب میں کوئیں میں گر رہا ہوں۔ اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ ایسا ہی پہلے بھی مجھے خواب آیا تھا۔ کہ میں پانی میں گر گیا ہوں۔ کسی نے مجھے گرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور اس نے شور مچایا۔ اس پر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ چونکہ مجھے بچپن سے ہی تیرنے کی مشق تھی۔ اس لئے پانی میں تیرتا رہا۔ لوگوں نے جلدی جلدی پیڑھی سے رسہ باندھکر کوئیں میں لٹکائی۔ اور میں اس پر بیٹھکر باہر نکل آیا۔

میری تعلیم

میری پیدائش ۱۹۰۸ بکرمی میں ہوئی ہے۔ پانچ چھ سال کی عمر میں قرآن کریم۔ ابتدائی مسائل۔ اور صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد باہر مضافات میں جہاں کہیں کسی مشہور مولوی صاحب کا پتہ چلتا۔ وہاں جاجاکر عربی۔ فارسی۔ فقہ اور حدیث وغیرہ کا علم حاصل کرتا رہا۔ بارہ چودہ سال کا تھا۔ کہ مولوی غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میاں سنگھ المعروف مولوی صاحب قلعہ والے کا مرید ہوا۔ اور ان کی بیعت کی۔

ایک دفعہ میرا بھیرہ جانا ہوا۔ وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سلطان احمد صاحب نے ذکر کیا۔ کہ ان کے بھائی یعنی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے مکہ گئے ہوئے ہیں۔ اور کچھ عرصہ تک واپس آئیں گے۔ میں ان کا منتظر رہا۔ ایک روز صبح کے وقت گجرات میں میرے والد صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب حمام میں نہانے کے لئے گئے۔ نہاکر مولوی برہان الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ بھیرہ میں بھی ایک اہلحدیث حدیث کا علم پڑھکر آیا ہے۔ میں نے مولوی صاحب سے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ "نورالدین"۔ میں نے پوچھا کیا وہ آگیا ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا۔ میں تو اس کا منتظر تھا۔ چنانچہ میں نماز صبح پڑھکر ایک کمبل کندھے پر رکھکر چل پڑا

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی شاگردی

تیسرے روز بھیرے پہنچا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مولوی صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب اور دیگر اہلحدیثوں سے فرمایا۔ کہ یہ ایک اور اہلحدیث آیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے اہلحدیثوں کی مسجد یعنی حکیماں والی مسجد کا امام مقرر فرمایا۔ اور میرا کھانا اپنے گھر پر مقرر کر دیا۔ مولوی صاحب مجھے خود حدیث پڑھاتے تھے۔ لیکن پڑھائی کے دوران میں بہت مریض آجاتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب ایک دو حدیثیں پڑھانے کے بعد مجھے نسخے لکھوانے لگ جاتے۔ اور پھر فرماتے۔ ان کو یہ یہ دوائیاں بانٹ دو۔ دوائیوں کی تقسیم کے بعد مولوی صاحب پھر پڑھانا شروع کر دیتے۔ اس اثنا میں اور مریض آجاتے۔ تو پھر نسخے لکھنے اور دوائیوں کی تقسیم کا کام شروع ہو جاتا۔ غرضیکہ مریضوں کے ہر گروہ کے وقفہ کے درمیان ایک دو حدیثوں کی پڑھائی ہوتی۔ اسی اثنا میں ایک بار بھوپال سے ایک اہل حدیث منشی جمال الدین صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو بھوپال آنے کے لئے لکھا۔ مولوی صاحب بھوپال میں مقیم ہونے کے ارادے سے بھیرہ سے روانہ ہوئے۔ اور مجھے بھی لاہور تک ساتھ لائے۔ لاہور پہنچکر فرمایا کہ بھوپال پہنچ کر اور وہاں مقیم ہو کر آپ کو بھی بلالینگے اتنی دیر آپ یہیں ٹھیریں۔ لیکن اس اثنا میں حضرت مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد سلطان صاحب فوت ہو گئے۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب کو واپس آنا پڑا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر مجھ سے فرمایا۔ کہ بھیرہ چلو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں اب یہاں پر مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن مولوی صاحب اصرار کر کے بھیرہ واپس ساتھ لے گئے۔ اور فرمایا۔ ہم آپ کو طب اور احادیث خود پڑھائیں گے۔ پھر میں ہمراہ ہو لیا۔ اور حسب سابق تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ میں تقریباً دس بارہ سال حضرت مولوی صاحب کے پاس رہا۔ اور اس عرصہ میں آپ کے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے رہا اور حضور کے بچوں کی تعلیم وپرورش میں امداد کرتا رہا۔ اور وہاں کی کوٹ چھان کی نگرانی۔ مریضوں کے نسخے لکھنے اور پھر نسخوں کی تیاری اور تقسیم کا سب کام میرے سپرد تھا۔

حضرت خلیفہ اول کا ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت کرنا

متھرا داس صاحب ساکن بھیرہ نے جو مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب والئے ریاست جموں وکشمیر کے عہد میں ریاست ہذا میں ملازم تھے مہاراجہ صاحب موصوف سے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کا تذکرہ کیا۔ اور بتلایا کہ مولوی صاحب جو پہلے ایک ریاست میں ملازم تھے وہاں سے واپس اپنے وطن بھیرہ میں آگئے ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کو جاکر فوراً لے آؤ۔ وہ بھیرہ میں آئے۔ اور مولوی صاحب اور خاکسار اور متھرا داس ایک بگھی میں سوار ہو کر کئی روز میں براہ وزیر آباد وسیالکوٹ جموں پہنچے۔ حضرت مولوی صاحب کے مشاہرہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ تو متھرا داس صاحب نے کہا۔ مولوی صاحب کو دو سو روپیہ ماہوار پہلے ایک ریاست میں ملتا تھا۔ تو مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب نے دو صد روپیہ ماہوار دینا فی الفور منظور کر لیا۔ اور کہا۔ اگر ایسا آدمی دو ہزار روپے ماہوار بھی مانگے۔ تو ہم اس قدر رقم دینی منظور کر کے بھی انہیں ضرور رکھ لیں۔ اس کے بعد مہاراجہ صاحب نے پہلے چار اور پھر پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ کر دی ✣

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں بندش اذان اور خاکسار کا خلیفہ کے لقب سے ملقب ہونا

جموں میں ہم جس مکان میں۔۔ رہتے تھے۔ وہ محلات شاہی کے سامنے تھوڑے دور واقع تھا۔ میں اپنے مکان کے باغ میں ایک طرف اذان دیا کرتا تھا۔۔ اور خاکسار مولوی صاحب نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس جگہ بھی حضرت مولوی صاحب نے مجھے اپنا امام مقرر کر رکھا تھا۔ ان دنوں ریاست جموں وکشمیر میں اذان کی سخت بندش تھی۔ اور اذان دینے والے کے لئے سخت سزا مقرر تھی۔ ایک دن میں نے جوش میں آکر اذان ذرا بلند آواز سے کہدی۔ تو مہاراجہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو بلا بھیجا۔ اور کہا۔ کہ دیکھئے مولوی صاحب آپ کے خلیفہ نے اذان کہی ہے۔ اس اذان میں حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح کے الفاظ آتے ہیں۔ کیا ان کا یہی مطلب ہے۔ کہ آکر نماز پڑھو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ مطلب صحیح ہے۔ مہاراجہ صاحب نے فرمایا۔" دیکھئے مولوی صاحب پھر یہ خدا کا حکم ہے نا کہ نماز کی طرف آؤ۔ مولوی صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ مہاراجہ صاحب نے کہا۔ کہ "جو خدا کا حکم سنکر نماز پڑھنے نہ آئے۔ تو وہ بہت ہی گنہگار ہے" حضور نے فرمایا "بالکل درست ہے" مہاراجہ صاحب نے کہا کہ" ہماری رعایا غریب اور کمزور ہے۔۔۔۔ اب اگر خدا کا یہ حکم سنکر وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ اس لئے ہم نے اذان دینے کا حکم ہی بند کر رکھا ہے۔" حضرت مولوی صاحب نے واپس آکر مجھے یہ واقعہ بتلایا۔ اور کہا۔ دیکھو کس طریقہ سے اذان کی بندش کے لئے ہمیں کہا ہے۔ نیز یہ بھی کہا۔ کہ آپ کو خلیفہ کا خطاب مہاراجہ صاحب نے دیا ہے۔ اس روز کے بعد سے حضرت مولوی صاحب اور دیگر احباب نے مجھے خلیفہ کے لقب سے ملقب کرنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے مجھے کوئی خلیفہ نہیں کہتا تھا۔

دریا میں گرنے کا واقعہ

ایک دفعہ دسمبر کے مہینہ میں حضرت مولوی صاحب نے مجھے جموں سے بھیرہ سامان لانے کے لئے بھیجا۔ ان دنوں دریائے توی پر پل نہیں ہوتا تھا۔ اور سیالکوٹ سے جموں تک ٹانگے جایا کرتے تھے۔ اور وہاں سے کشتی کے ذریعہ دریا کو پار کرتے تھے۔ جب میں بھیرہ سے واپس آیا۔ تو دریائے توی کے کنارے شام کے وقت پہنچا۔ ان دنوں شہر جموں کے دروازے شام کے بعد بند ہو جایا کرتے تھے۔ اور اگر کسی کو شہر میں جانا ہوتا۔ تو بہت سا چکر لگا کر جنگل کے راستے ایک طرف سے شہر میں جا سکتے تھے۔ اس لئے بہت سے لوگ جو اس وقت کنارہ پر موجود تھے۔ جلدی پار ہونے کے خیال سے ایک ہی کشتی میں سوار ہو گئے۔ جو کنارہ پر موجود تھی۔ چند ایک خچر بھی مع سامان کشتی والوں نے لاد لئے۔ اس لئے کشتی بوجھل ہو کر توی کے درمیان میں ڈوب گئی۔ اور ہم سب دریا میں گر گئے۔ میں نے مولوی صاحب کی ایک ہلکی سی رضائی اپنے اوپر لپیٹی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اپنے اوپر ہی لپیٹے رہنے دیا۔ میرے ایک ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا۔ جس میں مولوی صاحب کی بیوی کے پارچات تھے۔ میں نے اسے بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور دریا میں بہتا اور تیرتا تیرتا دور نیچے چلا گیا۔ آخر میرا ہاتھ ایک خچر کی دم پر

پڑ گیا۔ میں نے دم پکڑ لی۔ اور محفوظ ہو گیا۔ اور آخرکار جہاں پر کہ دریا میں پاؤں لگنے لگے۔ وہاں سے پیدل چلکر دریا کو پار کیا۔ پھر وہاں سے دریا کے کنارے کنارے چلکر جنگل کے راستے شہر میں داخل ہوا۔ اور کافی رات گئے حضرت مولوی صاحب کے مکان پر پہنچا۔ مولوی صاحب یہ سارا قصہ سنکر حیران رہ گئے۔ اور فرمایا۔ "آپ نے سامان چھوڑ کیوں نہ دیا۔ تاکہ آسانی سے تیر سکتے"۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اسم مبارک سے واقف ہونا

شیخ رکن الدین صاحب جو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور جموں میں ایک ہندو کے مکانات و جائداد کے کاردار تھے انہوں نے جموں میں حضرت مولانا نورالدین کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نام میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے و کتب لکھی ہیں (غالباً ان دنوں براہین احمدیہ شائع ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب نے یہ سنکر حضور کی خدمت میں خط لکھکر کتب منگوائیں۔ اور ان کتب کی آمد پر حضور کے نام کا جموں میں چرچا ہوا۔ میں ان دنوں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا مرید تھا۔ اور ان کے خاندان سے میرے تعلقات تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا ایک لڑکا مولوی عبدالواحد حضرت مولوی نورالدین اعظم کے ہاں بیاہا ہوا تھا۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا بیعت کرنا

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فی الفور بیعت کر لی۔ لیکن مجھے کہا۔ آپ فی الحال بیعت نہ کریں۔ بلکہ عبدالواحد کو سمجھائیں۔ کیونکہ رشتہ داری کے تعلق کے باعث تو وہ مجھ سے کھلکر بات نہیں کر سکتا۔ اگر آپ نے بیعت کر لی۔ تو پھر آپ سے بھی نہ سمجھ سکے گا۔ میں مولوی عبدالواحد صاحب کو ایک سال تک سمجھاتا رہا۔ انہوں نے ایک بار مجھ سے کہا۔ کہ مرزا صاحب پر علماء نے کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ میں نے کہا۔ تمہارے باپ پر بھی تو مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک مولوی صاحب (غالباً مولوی محمد لکھو کے والے) کے متعلق کہا۔ کہ اسے بھی الہام ہوتا ہے۔ اس سے لکھ کر پوچھتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق خدا کا کیا حکم ہے۔ ایک ماہ بعد اس مولوی صاحب کا جواب آیا۔ "میں نے دعا کی تھی۔ خدا کی طرف سے جواب ملا ہے" "مرزا صاحب کافر"۔ میں بھلواہ گیا ہوا تھا۔ جب جموں واپس آیا۔ تو مجھے یہ خط دکھلایا گیا۔ میں نے کہا۔ یہ الہام کرنے والا خدا نعوذ باللہ کوئی بڑا ڈرپوک خدا ہے۔ جو مرزا صاحب کو کافر بھی کہتا ہے۔ اور ساتھ صاحب بھی پکارتا ہے۔ ایسے ڈرپوک خدا کا الہام قابل اعتبار نہیں۔

میرا بیعت کرنا

اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سے مناظرہ کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی سے واپس قادیان آئے۔ تو حضور نے اپنے دوستوں کو قادیان بلایا۔ میں ان دنوں ایک کام کے لئے لاہور آیا ہوا تھا۔ اور لاہور سے واپس جموں جا رہا تھا۔ کہ سیالکوٹ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب ایک سرائے میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے تمام دوستوں کو قادیان بلایا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا میں بھی اسی لئے قادیان جا رہا ہوں۔ مولوی صاحب نے مجھے بھی ساتھ لیا۔ اور ہم سب قادیان چلے گئے۔ قادیان پہنچکر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ مجھ سے پہلے جموں میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے سوا کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی۔ بعد میں میرے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت سے احمدی ہوئے۔ میرے ساتھ شیخ جان محمد صاحب وزیر آبادی اور ایک مولوی صاحب (جو تحریر کا عکس ہو بہو بنا لیتے تھے) نے بیعت کی احمدیت کا چرچا شروع ہونے پر جموں میں ہماری کافی مخالفت ہوئی۔ گو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے رعب کے باعث باقی جگہوں سے یہ مخالفت کم ہوئی۔

ملازمت کرنا

میں ایک دفعہ جموں سے پیدل براہ گجرات کشمیر گیا۔ راستہ میں میں نے گجرات کے قریب ایک جنگل میں نماز پڑھ کر اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن والی دعا نہایت زاری سے پڑھی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے میری روزی کا سامان کچھ ایسا کر دیا۔ کہ مجھے کبھی تنگی نہیں ہوئی۔ اور باوجود کوئی خاص کاروبار نہ کرنے کے غیب سے ہزارہا روپے میرے پاس آئے۔

میں نے ابتداء میں سرکاری ملازمت بھی کی ہے۔ میرے ایک ہندو دوست نے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے کہا۔ کہ آپ کے ماتحت اتنے محکمے ہیں (ان دنوں حضرت مولوی صاحب کے ماتحت کئی محکمے تھے) آپ ان میں سے کسی پر خلیفہ نورالدین صاحب کو بھی لگا دیں۔ پھر مجھے مولوی صاحب نے عربی فارسی کا ترجمان مقرر فرمایا۔

قحط و اموات

ان دنوں کشمیر میں ایک سال سخت قحط اور اس کے بعد ہیضہ پڑا۔ قحط کے باعث غلہ اس قدر کم ہو گیا کہ کشمیر میں ایک روپیہ کے ایک سیر چاول ملتے تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب نے پنجاب سے غلہ منگا کر ایک روپیہ کا سولہ سیر عوام کی بہبودی کے لئے سرکاری خرچ پر بکوایا۔ حضرت مولوی صاحب نے ان دنوں میرے سپرد یہ ڈیوٹی کی۔ کہ شہر سری نگر میں پھر کر اموات و مریضوں کی رپورٹ کرتا رہوں۔ اور لوگوں کو صفائی کی ہدایت کروں۔ میں ہر محلہ میں جاتا اور رپورٹ تیار کرتا چونکہ مجھے وبا زدہ علاقہ میں جانا ہوتا تھا۔ اس لئے مہاراجہ صاحب کا حکم تھا۔ کہ میں محلات شاہی واقعہ لال منڈی میں نہ جاؤں۔ میں ادھر اوپر کے راستہ حضرت مولوی صاحب کے ہاں پہنچ جاتا تھا۔ اور مہاراجہ صاحب جب مجھے ادھر جاتے دیکھ لیتے۔ تو حضرت مولوی صاحب سے کہتے۔ کہ "دیکھئے مولوی صاحب وہ آپ کا خلیفہ مجھ سے چوری چھپ چھپ کر جا رہا ہے"۔ جب سرینگر میں وبا وغیرہ سے آرام ہو گیا۔ تو میں پھر بطور ترجمان کام کرنے لگا۔ میری یہ ملازمت حضرت مولوی صاحب کے ریاست سے واپس چلے جانے تک رہی۔ اور حضور کے جاتے ہی ختم ہو گئی۔ بعد میں اللہ تعالےٰ نے میرے لئے روزی کے اور سامان پیدا کر دیئے۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ بچپن میں کوئیں میں گرنے سے آپ کی مشابہت حضرت یوسف علیہ السلام سے ہے۔ ان کی طرح سے خدا آپ کی روزی سامان غیب سے کریگا۔ اس ملازمت کے بعد مجھے سرکاری دفاتر کی ضروریات سٹیشنری وغیرہ کے مہیا کرنیکے ٹھیکے مل جاتے رہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب مرحوم میرے بہنوئی میرے شریک کار تھے۔ کاروبار زیادہ تر انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اور دکان پر وہی بیٹھا کرتے تھے۔ میں اکثر آزاد ہی رہا۔ اور اکثر قادیان آتا جاتا رہتا۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے اس کاروبار میں اتنی برکت دی۔ کہ میں نے ہزاروں روپیہ کمایا۔ اور ہزاروں روپیہ لوگوں نے مجھ سے قرض لیا (تقریباً دس ہزار کے قریب) جو انہوں نے بعد میں واپس ادا نہیں کیا۔ مولوی اللہ دتا صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جو غالباً ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں واقع ہوئی کوئی کاروبار نہیں کیا۔

حضرت مسیح ناصری کی قبر کی دریافت

جن دنوں میں شہر کی گشت کی ڈیوٹی پر تھا۔ تو میں جہاں جاتا تبور کے متعلق وہاں کے لوگوں اور مجاوروں سے سوال کرتا۔ اور حالات معلوم کرتا۔ اور بعض اوقات ان کا ذکر حضرت مولانا نورالدینؓ صاحبؓ سے بھی کرتا۔ ایک دفعہ میں محلہ خانیار (سرینگر) سے گذر رہا تھا۔ کہ ایک تھڑے پر میں نے ایک بوڑھے اور بڑھیا کو بیٹھے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ یہ کس کی قبر ہے۔ تو انہوں نے بتلایا۔ کہ "نبی صاحب" کی ہے۔ اور یہ قبر یوز آسف شہزادہ نبی اور پیغمبر صاحب کی قبر مشہور تھی۔ میں نے کہا۔ یہاں نبی کہاں سے آگیا۔ تو انہوں نے کہا۔ یہ نبی دُور سے آیا تھا۔ اور کئی سو سال قبل سے آیا تھا۔ نیز انہوں نے بتایا کہ اصل قبر نیچے ہے۔ اس میں ایک سوراخ تھا۔ جس سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ لیکن ایک سیلاب کا پانی آنے کے بعد یہ خوشبو آنی بند ہو گئی۔ میں نے یہ تذکرہ بھی حضرت مولوی صاحب سے کیا۔ اس واقعہ کو ایک عرصہ گذر گیا۔ اور جب مولوی صاحب ملازمت چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے۔ تو ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں جبکہ حضرت مولوی صاحب بھی موجود تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ مجھے و اٰوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار و معین سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی ایسے مقام کی طرف گئے۔ جیسے کہ کشمیر ہے۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے خانیار کی قبر والے واقعہ کے متعلق میری روایت بیان کی۔ حضور نے مجھے بلایا۔ اور اس کے متعلق مجھے تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے مزید تحقیق کر کے اور کشمیر میں پھر کر ۵۷۰ علماء سے اس قبر کے متعلق دستخط کروا کر حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ جسے حضور نے بہت پسند فرمایا۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ریاست کشمیر سے تشریف لے جانا

مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی کے عہد حکومت میں مہاراجہ صاحب اور انکے بھائیوں میں ناچاقی رہا کرتی تھی۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کے متعلق بعض ہندوؤں نے مہاراجہ صاحب کے کان بھرے۔ کہ مولوی صاحب کے ساز باز مہاراجہ صاحب کے چھوٹے بھائی راجہ امر سنگھ صاحب سے ہے۔ اس پر مہاراجہ صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو ریاست سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور مولوی صاحب تشریف لے گئے۔ حضرت مولوی صاحب نے اس وقت کے حالات دیکھکر از خود ہی ملازمت چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے منع کیا۔ اور فرمایا کہ لگی ہوئی روزی چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے"۔ حضرت مولوی صاحب کے ریاست سے چلے جانے کے ایک روز بعد مہاراجہ صاحب کے چھوٹے بھائی امر سنگھ صاحب جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے۔ تو انہوں نے حضرت مولوی صاحب کے جانے پر افسوس کیا۔ اور کہا اگر مولوی صاحب ایک روز اور ٹھہرے ہوتے۔ تو مہاراجہ صاحب سے یہ حکم منسوخ کرا دیتا۔

چونکہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ آنجہانی کی اپنے بھائیوں سے ناچاقی رہتی تھی۔ اور بعض لوگوں نے مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب کو یہ یقین دلایا تھا۔ کہ مولوی صاحب آپ کے خلاف آپ کے بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ جس سے مہاراجہ صاحب ناراض ہو گئے۔ لیکن دراصل مولوی صاحب کسی کے ساتھ نہ تھے۔ چند ایک ہندوؤں نے ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا تھا۔ حضرت مولوی صاحب درویش سیرت انسان تھے۔ اور ایسے امور میں دخل نہیں دیتے تھے۔

اپنی ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ

جن دنوں میں ملازم تھا۔ ان دنوں ایک دفعہ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب صحت کی خرابی کے باعث موسم سرما میں دیر تک کشمیر میں ٹھہرے رہے۔ اور یکم پوہ یعنی ماہ دسمبر کے وسط میں یہاں سے جموں روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ تھا یکم پوہ (پندرہ دسمبر) کو ہم ویری ناگ سے جموں کے لئے روانہ ہوئے۔ ویری ناگ میں مجھے سامان کے لئے مزدور نہ ملے۔ میں نے تحصیلدار صاحب کو بہتیرا کہا۔ لیکن مزدور نہ مل سکے۔ اور عصر کے قریب کا وقت ہو گیا۔ باقی سب لوگ مہاراجہ صاحب کے ساتھ کافی وقت پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ میرے ساتھ ایک یتیم لڑکا تھا۔ جس کی پرورش حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ فرماتے تھے۔ میں نے سامان وہیں چھوڑا۔ اور لڑکے کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا کر چل نکلا۔ مہاراجہ صاحب کا ان دنوں حکم تھا۔ کہ جو سامان پیچھے رہ جائے اسے منزل پر پہنچا دیا جائے۔ اور عموماً سامان ضائع نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ اس سال خشک سالی تھی۔ اس لئے ابھی تک برف نہیں پڑتی تھی۔ میں

اس لڑکے کے ہمراہ رات کے بارہ بجے پیر پنچال کو عبور کر کے مہاراجہ صاحب کے کیمپ میں بمقام !!نہ ال پہنچا۔ اس وقت ایک پنڈت اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس موجود تھا۔ اور ان سے کہہ رہا تھا کہ آج آپ کا خلیفہ کہیں راستہ میں ہی مرجائے گا۔ جونہی میں پہنچا۔ سب کا فکر دُور ہوا۔ اور مجھے نہایت تپاک سے گلے لگا کر سب ملے۔

شادیاں اور اولاد

میں نے چار شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔ لڑکا فوت ہوگیا۔ اور لڑکی زندہ ہے۔ جس کا نام غلام فاطمہ ہے۔ اس کی شادی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے نومسلم سابق ٹیچر مدرسہ احمدیہ سے ہوئی ہے۔ دوسری بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو کر فوت ہوگئے۔ اس بیوی سے اس وقت میرا بڑا لڑکا عبدالرحیم زندہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہُوا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور حضور کی دعا سے دنیاوی طور پر بھی اچھے مقام پر رکھا ہے۔ اس وقت وہ ریاست جموں وکشمیر میں اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری ہے۔ (خلیفہ عبدالرحیم صاحب جماعت کے کاموں میں خدا کے فضل سے بہت کافی حصہ لیتے ہیں۔ احباب ان کے لئے خاص طور پر دعا فرماویں۔ راقم) اس بیوی سے جو میری لڑکی زندہ ہے۔ اسکا نام امۃ اللہ ہے۔ اور اس کی شادی مستری فیض احمد صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ (خلیفہ صاحب کی یہ صاحبزادی بھی خدا کے فضل سے نیک اور جماعت کے کاموں میں دلچسپی سے حصہ لینے والی ہے۔ راقم)

تیسری بیوی سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن پیدا ہُوا۔ جو اس وقت محکمہ کسٹم میں اسسٹنٹ انسپکٹر ہے۔ (خلیفہ عبدالرحمٰن بھی مخلص احمدی نوجوان ہیں۔ اور جماعت کے کاموں میں خاص طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔ احباب ان کو بھی خاص طور پر دعاؤں میں یاد رکھیں۔ راقم) جب میری تیسری بیوی فوت ہوگئی۔ اس کے بعد میں ایک دفعہ قادیان گیا۔ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے اہل خانہ نے زور دیا کہ خلیفہ نورالدین کی شادی کردی جائے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ اور ان کی حرم محترمہ نے میری شادی اصرار کر کے ایک جگہ کرادی۔ لیکن یہ شادی قائم نہ رہ سکی۔ اور بعض وجوہات کے باعث میں نے اسے طلاق دے دی۔

حج

میرے والد صاحب حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن وہ حج کو نہ جاسکے۔ جن دنوں میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس جموں میں تھا۔ تو میرے پاس کچھ روپے جمع ہوگئے۔ اور میں حج کے لئے گیا۔ میں اپنے خرچ پر ایک اور شخص کو جو پہلے حج کر آیا تھا۔ بطور راہبر کے ہمراہ لے گیا۔ مگر بمبئی سے جہاز پر سوار ہوتے ہی میرے کئی واقف بن گئے۔ اور اس رہبر کا مجھے کوئی خاص فائدہ نہیں ہُوا۔ ان دنوں بدو بڑی دلیری سے لوٹ لیتے تھے۔ چونکہ ان دنوں اس طرف کے لوگ کمر میں ہمانیاں باندھ کر روپے لے جاتے تھے۔ اس لئے ایک بدو نے سامنے سے میری کمر میں ہاتھ مارا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ میں نے سارا روپیہ امرتسر کے ایک سیٹھ کے پاس جن کی مکہ میں بھی دوکان تھی امانت رکھا ہُوا تھا۔ جب میں حج کو گیا۔ تو گرمیوں کے دن تھے۔ اور میں کعبہ کے صحن میں سو رہا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات رات کو طواف بھی کر لیتا۔ دن کو میں کئی کئی بار نہا لیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں مکہ کے قریب سے ایک نہر جاتی تھی۔ جو اوپر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اور کہیں کہیں سے اس کا حصہ اوپر کھلا ہُوا تھا۔ وہیں سے لوگ پانی لیتے تھے۔

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب سے جب خاکسار راقم (عبدالواحد) نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے ان واقعات کے بارہ میں سوال کیا۔ جن کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ذات اقدس سے ہے۔ تو خلیفہ صاحب نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ مجھے واقعات تو بہت سے معلوم تھے۔ لیکن اب حافظہ بہت کمزور ہوگیا ہے۔ اور یاد داشت نہیں رہی۔ بہرحال خاکسار کے زور دینے پر کہ جو واقعات بھی یاد ہیں۔ بیان فرمادیں۔ مندرجہ ذیل چند واقعات جو خلیفہ صاحب نے بیان کئے۔ درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جموں میں آمد

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہوگئے۔ حضرت مسیح موعودؑ آپ کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے۔ حضور کے ہمراہ صرف حضور کے ایک خادم حامد علی ؓ صاحبؓ تھے۔ حضور نے میرے کمرہ میں قیام فرمایا۔

جنگ مقدس

جس وقت پادری عبداللہ آتھم سے جنگ مقدس والا مناظرہ امرتسر میں ہُوا۔ تو میں حضرت صاحبؑ کی طرف سے ان پرچوں کا کاتب ہوتا تھا۔ جو مجلس میں پڑھے جاتے تھے ان دنوں خواجہ کمال الدین صاحب عیسائی ہونے کے لئے تیار تھے۔ انہیں ان کے خسر خلیفہ رجب دین صاحب اس مناظرہ میں اپنے ساتھ لائے۔ خواجہ کمال الدین صاحب پر حضور کے دلائل وکلام کا ایسا اثر ہُوا کہ وہ اس مناظرہ میں پکے مسلمان (احمدی) ہوگئے۔

تعویذ کا واقعہ اور حضور کے معجزہ سے ایک لڑکے کی پیدائش

۱۸۹۳ء میں میں قادیان گیا ہُوا تھا۔ میری بیوی بھی میرے ساتھ تھی۔ (یہ میری دوسری بیوی تھی۔) اس کے بطن سے اولاد پیدا ہو کر مرجاتی تھی۔ ان دنوں عورتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کے لئے عرض کرتی تھیں۔ میری اہلیہ بھی اس معاملہ میں اپنی عرضداشت حضور کی خدمت میں پہنچاتی رہتی تھی۔ ان دنوں حضرت میاں محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) چھوٹے بچے تھے۔ میرے اہل خانہ نے ان سے کہا۔ کہ حضرت صاحب سے میرے لئے جا کر تعویذ لادو۔ کہ میرے ہاں لڑکا ہو۔ میاں صاحب ہر روز جا کر حضرت صاحب سے عرض کرتے۔ حضرت اقدس ٹال دیتے۔ ایک دن حضرت میاں صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو پکڑ لیا۔ اور کہا۔ ابا جب تک تعویذ نہیں دوگے میں واپس جانے دوں گا۔ حضور نے ایک تعویذ لکھدیا۔ جو حضرت میاں صاحب نے میرے اہل خانہ کو لادیا۔ جب مجھے معلوم ہُوا۔ تو میں نے کہا۔ میں نہیں مانتا۔ حضرت صاحب تو تعویذ کے قائل ہی نہیں۔ حضور کو جب علم ہُوا۔ تو حضور نے مجھے فرمایا۔ کہ ہم نے یہ تعویذ محمود کے اصرار پر لکھکر دیا ہے۔ آپ اسے چاندی میں منڈھوا کر اپنے اہل خانہ کے گلے میں ڈلوادیں۔ اور کہدیں۔ کہ جب وہ پاخانہ میں جایا کریں۔ تو اتار لیا کریں۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد جب میں جنگ مقدس والے مناظرہ میں حضور کے ہمراہ امرتسر گیا۔ تو مجھے گھر سے خط آیا کہ خربوزے اگر لیں تو ہمارے لئے لیتے آؤ۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا۔ کہ ہمارے گھر میں امیدواری ہے اس کے کچھ عرصہ بعد ایک لڑکا پیدا ہُوا۔ جس کا نام عبدالرحیم ہے۔ جو حضور کی دعا کا نتیجہ ہے۔

نوٹ:۔ خلیفہ عبدالرحیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی رنگ میں بھی اس وقت ریاست کشمیر میں اچھا رتبہ اور عزت عنایت کی ہے۔ اور میں نے اکثر ان کے خاندان میں سنا ہے۔ کہ یہ سب حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کا اثر ہے۔ خدا تعالیٰ اس خاندان کو بیش از بیش دینی و دنیوی ترقیات عنایت کرے آمین۔ خاکسار۔ راقم)

حضور کی دعاؤں سے خطرناک امراض سے شفاء

ایک دفعہ میری آنکھوں میں ککروں کے باعث سخت تکلیف ہوگئی مجھے بہت کم نظر آتا تھا۔ میں کافی عرصہ تک دوسرے مقامات پر علاج کراتا رہا۔ جب آرام نہ ہُوا۔ تو قادیان چلا گیا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ خلیفہ اوّل سے بھی علاج کراتا رہا۔ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو اس زمانہ میں آگرہ میں ملازم تھے۔ قادیان آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے آنکھیں دیکھکر کہا۔ کہ ان کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا مجھے سخت صدمہ ہُوا۔ اور میں اسی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے مکان پر گیا۔ اور حضور کی خدمت میں اطلاع کی۔ حضور باہر تشریف لائے۔ میں نے اپنی حالت کے متعلق عرض کیا۔ حضور نے آنکھیں دیکھکر فرمایا۔

"تین دن ٹھہرو۔ میں دعا کروں گا"

اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی دعا کے لئے عرض کیا۔ اور کہا۔ کہ میرا کاروبار اچھی طرح سے نہیں چلتا۔ میرے لئے بھی حضور دعا کریں۔ ان سے بھی دعا کا وعدہ فرمایا۔

میں تین روز قادیان میں ٹھہر کر انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک کارکن میاں شمس الدین صاحب کے ہمراہ امرتسر گیا۔ وہاں شمس الدین صاحب اپنے ایک کام کے لئے ایک ڈاکٹر کو ملے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو میں نے بھی اپنی آنکھیں دکھائیں۔ ڈاکٹر نے ایک مہینہ تک ٹھہرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا۔ کہ میں ایک ماہ تک تو ٹھہر نہیں سکتا۔ اس پر ڈاکٹر نے کمپونڈر کو کہا۔ کہ اسے فلاں مرہم دے دو۔ اور مجھے کہا۔ کہ میں وہ مرہم اپنی آنکھوں کے اندر اور باہر اچھی طرح لگایا کروں۔ امرتسر سے میں میاں شمس الدین صاحب کے ساتھ لاہور گیا۔ جہاں انہوں نے باصرار ایک روز اپنے پاس ٹھہرایا۔ ڈاکٹر والی مرہم میں نے استعمال کرنی شروع کردی۔ جس سے افاقہ شروع ہوگیا۔ اور لاہور سے جب میں جموں پہنچا۔ تو دو چار روز میں آنکھوں کو پورا پورا آرام ہوگیا۔

پھر ایک دفعہ مجھے کاربنکل ہوگیا۔ میں قادیان چلا گیا۔ وہاں پر حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے بہت اچھی طرح سے ٹھہرایا۔ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے زیر علاج تھا۔ اس دوران میں ایک ڈاکٹر نے اسے چیر دیا۔ اور بعد میں حالت خراب ہوگئی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا۔ کہ لوہا لگنے سے کاربنکل لاعلاج ہو جاتا ہے۔ (طبیبوں کا عام طور پر ویسا ہی خیال ہے) اس لئے اب یہ لاعلاج ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جونہی اس بات کا علم ہُوا۔ تو باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ "کیا بات ہے" میں نے عرض کیا۔ کہ "ڈاکٹر اور حکیم کہتے ہیں۔ کہ اب یہ لاعلاج ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "کیا مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) بھی ایسا ہی کہتے ہیں"۔ مولوی صاحب حضور کے رعب سے پورا جواب نہ دے سکے۔ حضور نے فرمایا کہ "لائیکور آرسنیک پانچ بوند اور لائیکور سٹرکنیا پانچ بوند ملا کر دیں۔ ہم دعا کریں گے"۔ اس دوا کے استعمال سے مجھے چند روز میں کلی آرام ہوگیا۔

ننگے سر نماز پڑھنا

ایک دفعہ مسجد مبارک کی چھت پر ہم گرمیوں کے دنوں میں مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے ننگے سر نماز پڑھی۔ میں نے بھی ان کو دیکھکر ننگے سر نماز پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے سلام پھیرنے کے بعد مجھے ننگے سر دیکھ کر فرمایا۔ "خلیفہ صاحب! کیا آپ بھی؟" (یعنی حضور نے میرے ننگے سر نماز پڑھنے پر اظہار تعجب و افسوس فرمایا) اس پر میں بہت سخت شرمندہ ہُوا۔ اور آئندہ کے لئے توبہ کرلی۔ کہ کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھوں گا۔"

حضور کی اقتدا اور امامت صلوٰۃ

ایک دفعہ جب گورداسپور میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لے گئے۔ تو میں نے ایک بار حضور کے حکم سے نماز پڑھائی۔ اور حضور نے میری اقتدا میں نماز پڑھی۔ اور ایک دفعہ میں نے بھی گورداسپور میں حضور کی اقتدا میں نماز پڑھی تھی۔ حضور خود شاذ و نادر ہی جماعت کرایا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایک واقعہ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی احمدیت سے پہلے کے میرے دوست تھے۔ ایک دفعہ وہ چینیاں والی مسجد لاہور میں نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ میں مسجد میں داخل ہُوا اور اپنی علیحدہ نماز ادا کی۔ مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر مجھے نماز پڑھتے دیکھکر سمجھے۔ کہ شاید میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور بہت خوش ہوئے۔ میں نے کہا۔ "مولوی صاحب آپ سمجھتے ہیں۔ کہ جو بھی مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا۔ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں۔ کہ کوئی غیر احمدی میرے پیچھے نماز پڑھے"۔ مولوی صاحب یہ سنکر بڑے متعجب ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ "مرزا صاحب کا تو یہ عقیدہ نہیں۔ اور وہ تو اپنے پیچھے کسی غیر احمدی کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتے"۔ میں نے کہا مولوی صاحب خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربیٰ۔ کہ نبی اور مومنوں کو چاہیئے۔ کہ وہ مشرکوں کیلئے مغفرت نہ طلب کیا کریں۔ اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا آپ کے عقائد مشرکانہ نہیں؟

اور یوں بھی بحیثیت امام اپنے غیر احمدی مقتدی کیلئے کیا دعا کروں گا۔ کہ یا اللہ مجھے بخش اور اس حضور کو بھی بخش جو تیرے مسیح کا منکر ہے۔ اور اسے گالیاں دیتا ہے۔"

میں نے اس واقعہ کا حضرت مسیح موعودؑ سے کیا۔ تو حضور ہنس پڑے۔

چائے میں زنجبیل ڈال کر پیو۔

حضور اکثر ہمیں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب چائے پیو تو اس میں سونٹھ ڈال لیا کرو۔ قرآن میں آتا ہے۔ کان مزاجھا زنجبیلا۔

ایک دفعہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو چند منٹ بعد حضور اندر سے سماوار چائے کا اور دو پیالیاں اٹھا لائے۔ اور فرمایا "خلیفہ صاحب! آج یہ ساری چائے آپ نے اور میں نے ہی پینی ہے۔" میں نے عرض کیا۔ کہ حضور کیا اندر چائے نہیں پئیں گے؟ فرمایا "نہیں ان پر چائے حرام ہے۔" میں نے عرض کیا "آپ (ام المومنین) تو بہت چائے پیتی ہیں۔ یہ حرام کیسے ہوئی۔ حضور نے فرمایا "طبی حرام ہے۔ ان دنوں حضرت ام المومنین امیدواری سے تھیں۔

[کشمیر] کے میرواعظ اور [ایک] مولوی صاحب سے [وف]ات مسیح پر گفتگو

ایک دفعہ کشمیر کے میرواعظ رسل شاہ صاحب سے میری وفات مسیح پر بحث ہوئی میرواعظ صاحب نے لوگوں سے ڈر کر مجھے ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ میں دن کے وقت ان کے پاس نہ آیا کروں۔ اور گفتگو رات کو ہوا کرے۔ چنانچہ میں تین دن متواتر رات کو ان کے گھر جاتا رہا آخر تیرے روز میرے تمام دلائل سنکر میرواعظ صاحب نے کہا۔ کہ "واقعی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے۔ مگر ایک طرف آپ اکیلے ہیں۔ اور ایک طرف سارا شہر ہے۔ اگر میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ تو لوگ ایک دیا سلائی لگا کر سارا شہر جلا دینگے۔"

ایک دفعہ میں لاہور سے امرت سر آ رہا تھا۔ ایک اہلحدیث مولوی میرا ہمسفر تھا۔ اس سے وفات مسیح پر بحث شروع ہوئی۔ دوران گفتگو میں اچانک میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم الخ" اور میں نے اس آیت سے وفات مسیح کا اس خوبی سے استدلال کیا۔ کہ مولوی صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ اس وقت تک یہ آیت وفات مسیح کیلئے بطور دلیل کے کہیں پیش نہیں ہوئی تھی۔ میں نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ مولوی صاحب سنکر بہت خوش ہوئے۔

بڑے بڑے علماء کو میں وفات مسیح میں خود لاجواب کر دیتا تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت سے عالموں نے میرے ذریعے احمدیت قبول کی۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق ایک کشف

مجھے ۱۹۳۱ء میں کشفی حالت میں ایک بچہ دکھایا گیا۔ جس سے سب لوگ بہت پیار کرتے تھے۔ میں نے بھی اسے گود میں اٹھا لیا اور پیار کیا۔ اگرچہ وہ چھوٹا سا بچہ ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس کی عمر ۴۳ سال کی ہے۔ مجھے القا ہوا۔ کہ اس کشف میں جو بچہ دکھایا گیا ہے۔ وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ (ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) ۱۹۳۱ء میں آپ کی عمر ۴۳ سال تھی۔ اور یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اشعار میں درج ہے

"بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا"

اس میں لفظ ایک میں بھی اشارہ ۱۹۳۱ء کی طرف ہے۔ کیونکہ بحساب ابجد ایک کے عدد ۳۱ ہیں۔ اور روحانی ترقی کا کمال بھی چونکہ ۴۰ سال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس واسطے اس کشف میں بچہ ۴۳ سال کا دکھایا گیا ہے۔" (منقول از الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء)

(خلیفہ صاحب کا خیال اغلباً اس طرف نہیں گیا۔ کہ ۱۹۳۱ء میں حضور نے ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی راہنمائی کی تھی۔ اور خلیفہ نور الدین صاحب کو بھی اس ریاست سے پرانا تعلق ہے۔ اس لئے اُن کے کشف میں حضور کی عمر جو ۴۳ سال کی دکھائی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ جب حضور کی عمر ۴۳ کی ہوگی۔ تو حضور اس ملک کی بہبودی کے لئے خاص کوشش کرینگے۔ جہاں خلیفہ صاحب مقیم ہوں گے۔ راقم)

حضرت امیر المومنین کی دعا سے شفاء

دسمبر ۱۹۳۷ء میں حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کو پیر کاربنکل کا حملہ ہوگیا۔ اور وہ قابل ڈاکٹروں برکت رام ایم بی (لنڈن) اور بلونت سنگھ صاحب اسسٹنٹ۔ آر سی۔ ایس۔ ای کے زیر علاج تھے۔ دونوں نے مرض کی رفتار کو دیکھکر اپریشن کا متفقہ مشورہ دیا اور کہا۔ کہ اب سوائے اپریشن کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ مگر خلیفہ صاحب پہلے تلخ تجربہ کی بناء پر اپریشن کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بیماری کی اطلاع بذریعہ تار دی گئی۔ اور دعا کی درخواست کی گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ اپریشن نہ کروائیں اور زخم کو گلیسرین وغیرہ نئے طریق علاج سے صاف کرواتے رہیں۔ انشاء اللہ آرام ہوگا۔ چنانچہ حضور کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اور زخم کو گلیسرین اور سلفر وغیرہ سے صاف کیا جاتا رہا۔ جس سے خلیفہ صاحب بھی صحت یاب ہو گئے اور دونوں ڈاکٹروں کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ یہ محض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی دعا کا اثر تھا۔

حضرت خلیفہ نور الدین صاحب نے جس قدر واقعات اپنی یادداشت سے بیان کئے وہ اوپر درج ہو چکے ہیں۔ خلیفہ صاحب کی صحت اب خراب رہتی ہے۔ احباب اُن کی صحت کے لئے دعا فرمادیں۔ نیز ان کی اولاد کی دینی و دنیاوی ترقی کامیابی اور اخلاص میں ترقی کے لئے دعا فرمادیں۔

میں عزیزم مولوی عبد الواحد صاحب مبلغ اور عزیزم مبارک احمد صاحب کا ممنون ہوں۔ کہ ...

شاہنامہ احمدیت کا ایک شاہکار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت

اور

اس کی خوشنوائیاں

ہمارے سلسلہ میں متعدد شاعروں نے شاہنامہ احمدیت لکھنے کی کوشش کی۔ اور کچھ کچھ حصہ لکھکر وہ خاموش ہو گئے۔ آج کل میرزا تیمور بخت صاحب جو حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی کے نواسے ہیں۔ ایک شاہنامہ لکھ رہے ہیں۔ اس کا ایک صفحہ قارئین الحکم کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

حدیث ہل اتیٰ دل میں گونجی
ہوئی صرف زباں قرآں کی پونجی

ہوئیں پارینہ ساری داستانیں
ٹوٹ ہو گئیں حق سے زبانیں

ہر اک مرغ سحر منصور ہے یاں
ہر اک وادی جو رشک طور ہے یاں

مبارکباد دی اس نے جہاں کو
کیا تازہ نخول گلستاں کو

ترانہ ربک الاعلیٰ کا گایا
اور اس پارینہ دفتر کو سجایا

لگائے سبح اسم کے ترانے
زمانہ تا کہ یہ اسرار جانے

غلام احمد مسیح و مہدئ حق
ہوا ہے مصدر رحمت سے مشتق

مسیح ہادئ کونین آیا
وہ نور مجمع البحرین آیا

وہ احمد احمدؐ ثانی ہوا ہے
یا وہ ہی نور رحمانی ہوا ہے

نہیں کھلتا یہ سر لامکانی
ہوئی ہے حق کی کیا یہ مہربانی

کیا موجود کو موجود پیدا
کیا موعود کو موعود پیدا

وہی احمد ہے یہ حق کی قسم ہے
کہ جس کا وصف ہی وصف رقم ہے

یہ وہ ہی مطلع انوار حق ہے
یہ وہ ہی دین کا پچھلا سبق ہے

مبارکباد

مبارک یہ مسرت قادیاں کو
مبارک یہ صدا دار الاماں کو

مسیح ہادئ کونین آیا
وہ نور مجمع البحرین آیا

مبارک باشد و باشد مبارک
تبارک سورۂ یٰسین تبارک

مبارک دولت دارین پائی
مبارک ہو جہاں میں عید آئی

مبارک یہ سعادت مومنوں کو
مبارک یہ سعادت مسلموں کو

مبارک ہو یہ نور آسمانی
مبارک بلبلوں کو نغمہ خوانی

مبارک یہ نوید جانفزا ہو
مبارک یہ وہم نور خدا ہو

مبارک ہو کہ ذوالقرنین آیا
مبارک ہو کہ ذوالنورین آیا

مبارک ہو طلوع نور مہدیؑ
مبارک ہو نزول پاک ہادیؑ

مبارک ہو رسولؐ دین آیا
مبارک ہو کہ ظل اللہ پایا

غلام مرتضےٰؓ کے گھر خدا نے
یہ دولت دی ہے اس جل علائے

زمانے بھر کو جس کی آرزو تھی
مسلمانوں کو جس کی جستجو تھی

تمنا جسکی تھی اک شور اور اک
صدائیں جس کی تھیں پابند لولاک

وہ جس کا منتظر تھا اک زمانہ
لبوں پر تھا تبسم عاشقانہ

بڑی ہی جستجو کے بعد آخر
ہوا وہ مہدئ کونین ظاہر

لقب جس کا نبیؐ محترم ہے
غلام احمد وہ احمدؐ ذوالکرم ہے

اخبار الحکم کا جوبلی نمبر

الحکم کے جوبلی نمبر کا کام میں پوری توجہ اور محنت سے کر رہا ہوں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل پر یقین ہے۔ کہ ۲۸ دسمبر تک الحکم کا جوبلی نمبر تیار ہو کر پبلک کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔ الحکم کا یہ جوبلی نمبر خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنا شاندار ہو گا۔ کہ

گذشتہ چالیس سال میں

سلسلہ کے اخبارات میں کوئی پرچہ اتنا شاندار شائع نہیں ہُوا۔

اور

میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں۔ کہ الحکم کے اس نمبر میں اتنا مواد اور میٹیریل دیدیا جائے گا۔ کہ ہر شخص ایک ہی نمبر پڑھکر یہ کہہ اُٹھے گا۔ کہ اس نے سال بھر کے اخبار کی قیمت وصول کر لی۔

گذشتہ پچیس سالہ تاریخ احمدیت

اس ایک پرچہ میں گذشتہ پچیس سال کے واقعات کی ایک مکمل اور مختصر تاریخ ہو گی۔

فوٹوز

فوٹوز کے لحاظ سے الحکم کا یہ پرچہ ایک مکمل البم ہو گا۔ جس کی وجہ سے ہر ایک شخص اس پرچہ کو اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اور اپنے دوستوں کو بطور ہدیہ پیش کرنے کی خواہش کرے گا۔

اس لئے

آپ آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجئے۔ کوئی آرڈر پیشگی قیمت کے بغیر بک نہیں کیا جائے گا۔

اس لئے

آرڈر کے ساتھ ہی منی آرڈر کر دیجئے۔ اخبار کی ایک کاپی کی قیمت ۸ ؍ ہو گی۔ کچھ کاپیاں خاص کاغذ پر چھپوائی جائیں گی۔ قیمت خاص نمبر فی کاپی ایک روپیہ

خریداران الحکم نوٹ کر لیں

جن خریداران کی قیمت وصول نہیں۔ انکی خدمت میں یہ پرچہ ارسال نہیں کیا جائیگا۔ وہ پرچہ کی قیمت ادا کر کے پرچہ خرید سکتے ہیں۔

المبشر کا جوبلی نمبر

الحکم کے علاوہ المبشر کا بھی جوبلی نمبر شائع کیا جائے گا۔ جس کے ایک پرچہ کی قیمت ۴ ؍ ہو گی۔

جو احباب

المبشر کا جوبلی نمبر خریدنا چاہیں۔ وہ آرڈر کے ساتھ اسکی قیمت بھی ارسال فرمادیں اس سلسلہ میں ارسال آرڈر و ترسیل زر اس پتہ پر کیا جائے۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

ایران عہد حاضر کا فارس

جب کبھی ہم ایران کا خیال کرتے ہیں۔ تو رضا شاہ پہلوی بھی جو گذشتہ ۱۲ سال سے ایران کے بادشاہ ہیں۔ یاد آ جاتے ہیں۔ سلطنت سے پہلے ایران فارس کے نام سے مشہور تھا۔ اس بارہ سال کی مدت میں رضا شاہ پہلوی نے جو بادشاہ سے پہلے ایک جنرل تھے۔ ایران کو سترھویں صدی سے یکا یک بیسویں صدی میں منتقل کر دیا۔

ظاہر بینوں کے لئے سب سے بڑا فرق دور ماضی اور حال میں ایرانی عورتوں کے قومی لباس اور خصوصاً ان کے نقابوں کا خاتمہ ہے۔ نقاب در اصل ۱۹۳۶ء کے مارچ میں اٹھا دیا گیا تھا۔ اسی طرح سے مرد بھی بڑی تیزی کے ساتھ اپنے کو کم و بیش یورپی لباس کا عادی بنا رہے ہیں۔ اگرچہ بظاہر لباس سب سے نمایاں چیز ہوتی ہے یہ بہرکیف بہت زیادہ اہم نہیں ہوتی۔ جب طاقت رضا خاں کے ہاتھ آئی۔ تو انہوں نے فوج اور سیاسی انجمنوں کے لئے جدید قسم کے سامان مہیا کئے۔ پھر آپ نے مختلف قبائل کے زور کو توڑا۔ اور پرانے نظام کا قلع قمع کیا۔ ان قبائل میں سے ہر ایک کو ایک علاقہ رہائش کے لئے دیا گیا۔ اور تمام راہزن آزاد قبائل پر قبضہ کیا گیا۔ چنانچہ آج ایران میں سفر کرنا پہلے کی نسبت کہیں زیادہ محفوظ ہے۔

رضا خاں اس کے بعد زراعت کی ترقی اور اس کو صنعت میں تبدیل کرنے کی طرف بھی متوجہ ہُوئے۔ انہوں نے بہت سے چینی صاف کرنیوالے اور کپڑے بننے والے کارخانے قائم کئے۔ سوت کاتنے کا کارخانہ شجاہ زری میں۔ گموم میں رسے تیار کرنے والی کمپنی۔ تجانوزیں ریشم فیکٹری اور دار السلطنت طہران میں تمباکو اور سیمنٹ کے کارخانے بنوائے گئے۔

عام حفظان صحت اور صحت عامہ کی طرف بھی خاص توجہ رہی۔ اس ملک کے بہت سے حصوں میں آج ہسپتال بھی نظر آتے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہُوا کہ شجاہ سوار میں ایک ہسپتال کھولا گیا تھا۔ بچوں کے لئے بھی ایک ہسپتال طہران میں قائم ہُوا ہے۔ شجاہ آباد میں ایک سینیٹوریم کا قیام بھی عمل میں آیا ہے۔ مگر سب سے زیادہ ملیریا کے استیصال کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اس ملک میں ہر سال ملیریا کا حملہ بے شمار لوگوں پر ہوتا ہے۔ "کونین" کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کہ ملیریا جیسی تباہ کن بیماری کی یہ تسلیم شدہ دوا ہے۔ اور اس کی وجہ سے آج اموات کی واردتوں میں خاطر خواہ کمی ہے۔ مجلس بین الاقوام کی ملیریا کمیشن نے "کونین" کی ۶ گرین کا استعمال ملیریا کے دفعیہ کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور ملیریا زدہ کے علاج کے لئے ۱۵ سے ۲۰ گرین کونین کے ۵ سے ۷ دن تک روزانہ استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔

کونین کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کہ آج ایران کے ایک سرے سے دوسرے تک ریلوے کا کام ہو رہا ہے۔ اب تک یہ کام بہت مشکل تھا۔ کیونکہ کام کرنے والوں پر ملیریا کا حملہ ہوتا رہتا تھا اب بہت جلد ہی یہ ریلوے لائن پورے ۱۵۰۰ کلیو میٹر تک پھیل کر کاسپین سی کو اپنائے فارس سے جوڑ دے گی۔

شاہ ایران کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ عہد حاضر کا فارس اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مشرق بیدار ہو چکا ہے۔